Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 1,Vol 4,January-March,2022

شمارہ ۱، جلد ۴، جنوری—مارچ

دینی ادب کے فروغ میں براھوئی علماء کا کردار

The Role of Brahui Scholars in the Promotion of Religious Literature

Dr.Abdul Fareed Brohi[1]

Abstract:

. The role of scholars in the teaching and promotion of Islam in the Indian subcontinent is very clear and prominent. In every age there have been religious scholars who have kept the people attached to their religion and its foundations and beliefs. After the establishment of Pakistan, Muslim scholars played an important role in the dissemination and propagation of Islamic teachings. For this purpose, the scholars promoted religious literature and wrote many books for the guidance of the general public. Brahui scholars and writers have great services in this regard. The role of these scholars in conveying the basic teachings of Islam and the true teachings of Qur'an and Sunnah in a scientific way, at literary and public level, is evident. In the promotion of religious literature, Brahui scholars have written on various topics in Brahui language and numerous books have been published from the earliest times till today. These books include Qur'an, Hadith, basic Islamic teachings and beliefs and the life of the Prophet. This paper is an attempt to highlight the services of Brahui ulema in the dissemination of the message and teachings of Islam.Further, the relevance of this literature in the modern period is discussed.

Keywords:

Islam, Brahui, Quran, Hadith, Prophet of Islam, Pakistan

[1]. Assistant Professor,International Islamic University Islamabad

abdul.fareed@iiu.edu.pk

براھوئی پاکستان کی قدیم ترین زبان ہے۔اس زبان میں بھی دیگر زبانوں کی طرح تحریری ادب کا بڑاسرمایہ پایاجاتاہے اور یہ سرمایہ براہوئی علماء کی مرہون منت ہے۔ادب کے اس سرمائے کے ذریعے ہی براہوئی علماء نے اپنی تاریخ اور تہذیب کو محفوظ رکھا ہے۔اسی سرمائے کے ذریعے براہوئی قوم کے حالات سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دینی ادب کے ذریعے نہ صرف اسلامی تعلیمات کی ترویج ہوئی اسی کے ساتھ ساتھ اس قوم کے مزاج، نظریات،عقائد، روایات، رسم و رواج اور دیگر تمام سر گرمیاں بھی محفوظ ہوتی چلی گئیں۔نسلاً براھوئی دراوڑ ہیں۔جن کی اکثریت صوبہ بلوچستان میں آباد ہے رقبہ کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ بلوچستان کو ماضی بعید سے ہی سیاسی، فوجی اور دفاعی اہمیت حاصل رہی ہے۔برصغیر پر حملہ آور ہونے والے اکثر جنگجوؤں اور مہم جوؤں کا گزراسی خطے سے ہوتا تھا۔بلوچستان کے علاقے ژوب میں دوہزار قبل مسیح کے قریب آریاؤں کی لوٹ مار اور اس علاقے کی تباہی و بربادی کے آثار ملتے ہیں۔[2] اس خطے کے تعلقات اور روابط مغربی اور وسطی ایشیاسے استوار تھے۔دفاعی، تجارتی معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تمدنی حیثیت سے اس علاقہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔اپنی جغرافیائی اہمیت اور محل وقوع کی وجہ سے یہ خطہ دنیاکے حساس ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔

بلوچستان میں مسلمانوں کی آمد

دور رسالت ﷺ میں بلوچستان میں مسلمانوں کی آمد اور اسلام کی اشاعت کے بارے میں کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں۔حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت راشدہ میں مسلمان افواج نے مکران فتح کیا۔حضرت فاروق اعظم کے حکم پر حکم بن عمرو نے مکران پر حملہ کیا۔اس حملے کے بعد مکران پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تھا۔[3] اس سے قبل مکران پر مسلمانوں کے جو حملے ہوئے وہ جزوی اور عسکری حکمت عملی کے تحت تھے۔لیکن مکران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہوا۔اسی دور میں اس خطہ میں اشاعت اسلام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس طرح بلوچستان میں آباد ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ فتوحات اسلامی کا یہ سلسلہ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ اور ان کے بعد تک جاری رہا۔اسی لیے سرزمین بلوچستان کے کئی مقامات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوااور ژوب اور خضدار کے مقامات پر صحابہ کی قبریں موجود ہیں۔اس مبارک ترین دور میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین بلوچستان تشریف لائے،اس بارے میں مکمل معلومات میسر نہیں۔غالب گمان یہ ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد یہاں آئی ہوگی۔[4]

دینی ادب کے فروغ میں علماء کے کردار کی پیشکش سے پہلے براہوئی زبان وادب اور قدیم تاریخ کا مختصر جائزہ لیناضروری ہے۔لفظ براہوئی کے ماخذ اور ابتداءاور وجہ تسمیہ کے بارے میں کئی آراءاور اس بارے میں کئی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ایک نظریہ یہ ہے کہ لفظ براہوئی، براھو سے بگڑا ہے جو ابراہیم کا مخفف ہے[5]۔ماہرین لسانیات میں سے ایک گروہ اسے کرد قبیلہ سے ماخوذ کرتا ہے ان کے مطابق کرد قبیلہ براخوئی کا نام بگڑ کر براہوئی بن گیاہے۔[6] ایک اور رائے یہ ہے کہ براہوئی کوہ البرز کے باشندے ہونے کی وجہ سے پہلے پہل برزکوئی اور پھر براہوئی کہلائے۔[7] دسویں صدی عیسوی میں مشہور عرب مورخ ابوالقاسم ابن حوقل نے اپنی کتاب صورۃ الارض میں براہویوں کو بلوچوں کے ان سو قبائل میں سے ایک بتایا

---

[2]، قاضی اطہر، مبارکپوری وادی سندھ کی تہذیب، مکتبہ نیاراہی، کراچی، 1959ء ص542

[3] سید محمود شاہ بخاری، بلوچستان، زمانہ قدیم سے قیام پاکستان تک، بخاری ٹریڈرز، جناح روڈ، کوئٹہ، 1987ء، ص85

[4] ڈاکٹر ضیاءالرحمن، پاکستان کے اردو ادب میں موجودہ بلوچستان کی ثقافت، پی ایچ ڈی مقالہ، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، 1999ء، ص532

[5] ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، اگست 1982ء ، ص45

[6] اردو دائرہ معارف اسلامی، جامعہ پنجاب، لاہور، 1967ء ، ج2 ص287

[7] تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، جامعہ پنجاب، لاہور، 1971ء، ج2، ص418

ہے جو صوبہ فارس کے قرب وجوار میں آباد تھے۔[8] سر ڈینس برے کی رائے کے مطابق براہویوں کا حکمران و مقتدر خاندان یا قبیلہ امیر احمد خان اول (66-1695ء)[9] کو اپنا مورث اعلیٰ سمجھتا ہے۔[10] ۔ڈاکٹر عبدالرحمن کی رائے کے مطابق براہویوں کے متعلق مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ کوئی ان کو ترکی، ایرانی اور بلوچوں کے ان سو قبائل میں سے ایک بتاتا ہے۔ جو دوسرے بلوچوں کی نسبت پہلے ہجرت کر کے ایران میں کوہ البرز کے قرب وجوار میں آباد ہو گئے۔ اور اسی وجہ سے برز کوئی، بروہی اور براہوئی مشہور ہوئے۔ ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے براہوئی موہنجوڈرو کے قدیم باشندے ہیں اور دراوڑ ہیں۔[11]

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور تابعین کی کوششوں سے اس خطے میں اسلام کی تعلیمات، اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی طرز حیات کو فروغ ملا۔ اشاعت اسلام کے لیے کی جانے والی کوششوں کا یہ سلسلہ یہاں رک نہیں گیا بلکہ اس کے بعد بھی مختلف ادوار میں اس کی بنیادیں مستحکم کرنے کی کوشش ہوتی رہی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ اسلامی تہذیب اور ثقافت کے اثرات ان کی زبان پر بھی پڑے اور ان زبانوں میں اسلامی اور دینی ادب کا ایک بہت بڑا سرمایہ تخلیق کیا گیا۔ براہوئی میں بھی اسلامی اور دینی موضوعات پر کتابیں لکھی گئیں۔ ابتدائی دور سے ہی براہوئی علماء نے دینی ادب کو ابلاغ کا ذریعہ بنایا۔ یہاں یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ براہوئی زبان اگر آج محفوظ ہے تو اس کی وجہ اسلامی ادب اور کتب کی اشاعت ہے۔ وگرنہ عام براہوئی ایک طویل عرصہ تک لکھنے پڑھنے سے دور رہا تھا۔ زیر نظر مقالہ میں دور اول سے لے کر قیام پاکستان اور آزادی کے بعد کے علماء کے کردار اور دینی ادب کی تخلیق اور اس کی اشاعت میں ان کی کاوشوں کو جائزہ لینے کی ایک طالب علمانہ کوشش کی گئی ہے۔

دینی ادب کا فروغ اور ابتدائی براہوئی علماء

664ء میں خضدار جسے عرب قصدار کہتے تھے، پر عربوں کے قبضے سے اسلام کے اثرات پھیلنے لگے۔ البتہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں یہاں کے حاکم میر نصیر خان کے دور میں اسلام کو تحفظ حاصل ہوا۔ خان قلات میر نصیر خان کی اپنی زندگی اسلامی شریعت کے عین مطابق تھی اور اس کے اندر بے پناہ مذہبی جذبہ اور ولولہ موجود تھا۔ اس کے عہد میں ملا ملک داد نے ''تحفۃ العجائب'' لکھی۔[12] یہ کتاب موجودہ دور میں براہوئی زبان کی اولین اور قدیم ترین کتاب مانی جاتی ہے۔ اس نے یہاں 25 جمادی الثانی 1159ھ کو اسلام کے شرعی احکامات نافذ کیے۔[13] میر نصیر خان کو قلات کا خان مقرر کیا گیا[14]۔ اس نے براہوئی معاشرت وثقافت کو شریعت اسلامیہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی اور شریعت کے نفاذ کے لیے عملی تدابیر اختیار کیں۔ میر موصوف علمی وادبی ذوق کا مالک تھا اور علم وادب کی سرپرستی کرنے والا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں بلوچی زبان کا عظیم ترین شاعر جام درک اس کا ملک الشعراء تھا وہاں براہوئی زبان کا اولین عالم ومصنف ملک داد بھی اس کی دربار کی زینت تھا۔ اس دور کی صرف ایک ہی تصنیف ابھی تک منظر عام پر آسکی ہے۔ اور وہ ''تحفۃ العجائب'' ہے۔ یہ کتاب یکم ذی الحجہ 1173ھ بمطابق 14 جولائی 1760ء میں لکھی گئی۔ جسے براہوئی کے مشہور شاعر اور خطیب مولانا نبو جان نے چند اصلاحوں کے بعد 1385ھ/1905ء میں پہلی مرتبہ شائع کرایا۔[15] انیسویں

---

[8] عبدالقیوم بیدار، براہوئی زبان وادب کا ایک جائزہ، براہوئی ادبی سوسائٹی، کوئٹہ 1986ء ص 53

[9] قبائلی نظام کے تحت جب براہوئی اقوام متحد ہو گئیں تو امیر احمد خان اول ان کا اولین سردار مقرر ہوا۔ (محمد سعید دہوار، تاریخ بلوچستان، مطبوعات النساء، کوئٹہ 1990ء ص 722)

[10] سر ڈینس برے، The Brahui Langauge، براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ، 1981ء، ص 40

[11] ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، اگست 1982ء، ص 43 تا 45

[12] ڈاکٹر انعام الحق کوثر، سرور کائنات کی مہک بلوچستان میں، سیرت اکیڈمی کوئٹہ، ص 31

[13] ایضاً ص 21 تا 22

[14] ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، اگست 1982ء، ص 34 تا 36

[15] ڈاکٹر انعام الحق کوثر، نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1983ء ص 44 تا 45

صدی کا آخر اور بیسویں صدی کا آغاز براہوئی دینی ادب اور علماء کے کردار کے حوالے سے بہت اہم ہیں۔اس دور میں براہوئی زبان کی باقاعدہ کتابیں لکھی جانے لگیں۔یہ دور کئی حوالوں سے براہوئی زبان وادب کا شاندار اور زریں دور کہلایا جاسکتا ہے۔اس دور میں جن براہوئی علماء نے خدمات سرانجام دیں ان کا اجمالاً تذکرہ پیش کیا جارہا ہے۔

مولانا محمد فاضل درخوانی

استعماری یلغار کی مزاحمت میں ڈھاڈر[16] کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں درخان [17] کے رہنے والے نوجوان محمد فاضل رئیسانی بھی شامل تھے۔انہوں ایک مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔مدرسہ میں ذریعہ تعلیم براہوئی کو رکھا۔1883ء میں آپ نے ایک اشاعتی ادارہ مکتبہ درخانی کی بنیاد رکھی۔[18] یہ ادارہ پون صدی تک براہوئی کتب کی اشاعت کا واحد مرکز تھا۔ایک اندازہ کے مطابق اس ادارے کے زیر اہتمام ایک ہزار سے زائد براہوئی کتب شائع ہوئیں۔

مولانا نبو جان

مولانا نبو جان ایک بلند پایہ عالم اور عمدہ انشاء پرداز تھے۔مستونگ کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں چوتو کے رہنے والے اور قمبرانی قبیلے سے تعلق تھا۔آپ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ان کی مشہور ترین تصانیف ''ناصح البلوچ'' اور ''تحفۃ الغرائب'' ہیں۔ان کا عظیم ترین کارنامہ براہوئی زبان کی اولین دستیاب کتاب ''تحفۃ العجائب'' کی اصلاح اور طباعت ہے۔[19]

مولانا عبدالمجید چوتوئی

مولانا نبو جان کے فرزند تھے اور بیک وقت مولانا محمد فاضل اور مولانا نبو جان سے مستفید ہوئے۔ان کی مشہور یادگار ان کی دو مشہور کتابیں ہیں۔ایک مفرح القلوب اور دوسری ''گلشن راغبین وغزلیات۔''مفرح القلوب'' براہوئی غزلیات کی اولین کتاب ہے اور اسے فارسی حروف تہجی کی رعایت سے مرتب کی گئی ہے۔کہیں کہیں مناجات اور مولود شریف بھی درج ہیں۔مولانا کے کلام میں شرعی رنگ کے علاوہ خالص ادبی ذوق بھی ملتا ہے۔[20]

مولانا محمد عمر دین پوری

دینی ادب کے فروغ میں براہوئی علماء نے جو کارنامے سرانجام دیے ان میں ایک بڑا اور روشن نام مولانا محمد عمر دین پوری کا ہے۔دینی ادب کے فروغ اور اسلامی تعلیمات کے ابلاغ میں مولانا دین پوری کا مقام بہت بلند ہے۔مولانا محمد عمر دین پوری 1882ء میں مستونگ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے مدرسہ ہمایونی میں دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے داخلہ لیا اور وہاں سے فراغت کے بعد مکتبہ درخوانی،ڈھاڈر تشریف لائے۔آپ براہوئی زبان میں دینی ادب کے کثیر التصنیف مصنف ہیں۔اس دور میں ضلع قلات پر انگریز قابض ہو چکے تھے۔اور انہوں نے عیسائیت کے پرچار اور تبلیغ کے لیے بائبل کا براہوئی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ان کے اس چیلنج کے جواب میں مولانا محمد عمر دین

---

16 ڈھاڈر بلوچستان کے شمالی حصے کا ایک مقام جو درہ بولان کے جنوبی سرے پر سبی کے مغربی جانب واقع ہے۔(اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، شیخ غلام علی سنز،لاہور،1987ء ج ا،628)

17 سبی بلوچستان کا ایک چھوٹا سا قصبہ۔(مقالہ نگار)

18 ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ،مرکزی اردو بورڈ،لاہور،اگست 1982ء ، ص95

19 ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ،مرکزی اردو بورڈ،لاہور،اگست 1982 ، ص96

20 ڈاکٹر انعام الحق کوثر، سرور کائنات ﷺ کی مہک بلوچستان میں، سیرت اکیڈمی، کوئٹہ، ص48

پوری نے قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ کیا اور لاہور سے اسے شائع کیا۔ براہوئی زبان میں یہ پہلا ترجمہ تھا اور یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا جو آپ نے محنت شاقہ سے مکمل کیا۔ اس کے علاوہ مولانا محمد عمر دین پوری 50 سے زائد کتب کے مصنف ہیں جو مختلف موضوعات پر مبنی ہیں۔ براہوئی شاعری میں بھی آپ کا ایک اہم مقام ہے۔ آپ کی وفات 1948ء میں ہوئی۔

مائی تاج بانو

مائی تاج بانو مولانا محمد عمر دین پوری کی صاحبزادی ہیں۔ جنہوں نے اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر براہوئی خواتین میں مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی مشہور تصنیف ''تسویج النساء'' ہے جو 1934ء میں شائع ہوئی۔ [21] خواتین کے مسائل کے بارے میں ایک اہم کتاب ہے۔ اس کے علاوہ مائی تاج بانو حمد، نعت اور دیگر اصناف میں بھی شغف رکھتی تھیں۔

مولوی عبدالکریم مراد علی لہڑی اثری

مولوی عبدالکریم کا تعلق بلوچستان کے ضلع خضدار کے علاقہ وڈھ سے ہے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ آج کل جامعہ علوم الاسلامیہ مدینہ منورہ میں شعبہ عقیدہ میں درس و تدریس اور معلمی کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ موجودہ دور میں مولوی عبدالکریم لہڑی کا براہوی زبان میں ترجمہ قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ترجمہ ہے۔ جس میں انہوں نے بڑی محنت سے قرآن مجید کا عام اور آسان زبان میں ترجم کیا ہے۔ براہوی زبان میں اس ترجمہ کی طباعت و اشاعت کی سعادت شاہ فہد بن عبدالعزیز کو حاصل ہوئی ہے۔ مولوی عبداالکریم لہڑی نے اپنے اس ترجمہ قرآن کا نام تفسیر المنان فی ترجمہ معانی القرآن رکھا ہے۔ اس ترجمہ کی خوبی اس کی سلاست اور روانی ہے۔ براہوی زبان میں یہ ایک آسان ترجمہ ہے اور براہوئی خواندہ افراد کے لیے مفید ہے۔

حافظ سلطان احمد

حافظ سلطان احمد ابن حافظ خان محمد، کی پیدائش 7 ربیع الثانی 1367ھ بمطابق 1948ء احمد آباد، اوستہ محمد بلوچستان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سندھی اور اردو میں حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کوئٹہ سے بتیس میل کے فاصلے پر مستونگ کی جامع مسجد میں مولانا محمد صدیق سے فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے براہوئی زبان میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ حافظ سلطان احمد عالم جوانی میں یرقان کے مرض میں مبتلا ہو کر 26 جنوری 1973ء اتھل بلوچستان کے مقام پر وفات پا گئے۔ حافظ سلطان احمد کا دینی ادب کے حوالے سے کارنامہ ان کی نامکمل تفسیر ہے جو ابتدائی تین پاروں پر مشتمل ہے [22]

مولانا محمد عمر

براہوئی علماء میں ہمیں ایک اور نمایاں نام مولانا محمد عمر کا ملتا ہے۔ یوں تو ان کی تحریروں سے معاشرے کے ہر برے رسم و رواج کا خاتمہ ہوا لیکن خاص طور پر جو انہوں نے کام کیا اس میں خواتین اور عورتوں کے حقوق ان کو دلوائے بلکہ ان کا حق منوایا۔ ہر طرف پھیلے ہوئے شرک کو مٹانے کے لیے انہوں نے توحید و رسالت کے صحیح عقیدے کی طرف لوگوں کو بلایا اور معاشرے پھیلے ہوئے شرک و بدعات کو ختم کیا۔ حضرت مولانا محمد عمر

[21] ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، اگست 1982ء، ص 136

[22] ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بحوالہ، پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب، عالمی رابطہ ادب اسلامی، لاہور، 2002، ص 113

کی تصنیف ''علم نابال'' سورۂ علق کی تفسیر ہے۔ علم نابال کے معنی ہیں علم کی اڑان۔ اس میں آپ نے لفظ ''اقراء'' کی مناسبت سے علم کی اہمیت اور فضیلت بیان کی ہے۔[23]

مولانا اختر محمد

مولانا اختر محمد کا تعلق جاغی، ضلع نوشکی بلوچستان سے ہے۔ آپ براہوئی زبان میں کئی کتب کے مصنف ہیں اور براہوئی زبان اور ادب میں دینی اور اسلامی کتب کی اشاعت اور ابلاغ میں آپ کا ایک اہم اور منفرد مقام و مرتبہ ہے۔ مولانا اختر محمد کی قابل ذکر تصانیف میں ان کی تفسیر اختریہ ہے۔ تفسیری ادب میں مفسرین نے اب تک بیش بہا کام کیا ہے جن میں وقت کے ساتھ ساتھ مستقل اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ تفسیر اختریہ براہوئی ادب میں خاص طور پر اور تفسیری ادب میں عمومی طور پر ایک خاطر خواہ اضافہ ہے۔ اس سے قبل براہوئی میں کوئی قابل ذکر تفسیر موجود نہ تھی۔ زیر نظر تفسیر، تفسیر اختریہ حضرت مولانا اختر محمد کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ براھوئی زبان میں اس تفسیر کا ایک اہم مقام ہے اور اس کا شمار اولین تفاسیر میں ہوتا ہے۔ مولانا اختر محمد کی ایک اہم کتاب، اصول حدیث ہے جو علم حدیث کے ایک اہم ترین موضوع اصول حدیث پر مبنی ہے۔[24]

مولانا محمد یعقوب شرودی

شیخ القرآن مولانا محمد یعقوب فروری 1930ء میں بلوچستان کے علاقہ شرود میں پیدا ہوئے۔ آپ کئی کتابوں کے بھی مصنف ہیں۔۔ دینی ادب کے حوالے سے مولانا یعقوب کا اہم کارنامہ آٹھ جلدوں میں ان کی تفسیر کشف القرآن ہے جو براہوئی زبان میں اعلیٰ پائے کی تفسیر ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد یعقوب شرودی کی دیگر تصانیف میں شکر پارہ، نغمات شروردی اور نماز شامل ہیں۔ شیخ القرآن مولانا محمد یعقوب شرودی کی تفسیر کشف القرآن کل آٹھ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہے جو مکمل طور پر 1998ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ تفسیر کشف القرآن مولانا محمد یعقوب شرودی کی کئی سالوں کی محنت شاقہ کا حاصل ہے۔ مفسر کی علمیت اور اعلیٰ رتبہ کا مظہر ہے۔ یہ تفسیر مختلف تفاسیر کا نچوڑ ہے اور زیادہ تر مدارس میں اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ تفسیر کشف القرآن لکھتے ہوئے مولانا محمد یعقوب شرودی نے بنیادی مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے یہ تفسیر عام فہم زبان میں تحریر ہے۔[25]

مولوی عبدالغفور درخانی رئیسانی

مولانا عبدالغفور درخانی مارچ 1922ء کو بلوچستان کے ضلع سبی کے علاقہ ڈیپال خورد میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور عالم دین مولانا عبدالحئی کے نواسے تھے۔ 1950ء میں سہ ماہی اخبار ''مبلغ'' اردو کوئٹہ سے جاری کیا، جو 1961ء میں بند ہوا اور کچھ عرصے کے بعد یہ رسالہ دوبارہ جاری ہوا۔ 1970ء سے یہ سہ ماہی اخبار ہفت روزہ کی شکل میں شائع ہوا۔ مولوی عبدالغفور درخوانی براہوئی کے بہت بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ انہوں نے کئی براہوئی علماء اور ادباء کی کتابیں بھی شائع کروائیں۔

حاجی عبدالعزیز قلندرانی

[23] ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بحوالہ پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب، عالمی رابطہ ادب اسلامی، لاہور، 2002ء، ص 114

[24] ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، اگست 1982ء، ص 139

[25] ایضاً 369

حاجی عبدالعزیز کا تعلق قصبہ ژلی ضلع مستونگ سے ہے۔ مولانا کی تاریخ پیدائش 1907ء ہے۔انہوں نے اپنی پوری زندگی ایک جذبہ اور عزم کے ساتھ دین کی خدمت میں گذاری۔ عمر کا بیشتر حصہ تصنیف وتالیف میں بسر کیا۔آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں زندگی کے تمام گوشوں پر قرآن وحدیث کے حوالے سے پند ونصائح کئے گئے ہیں۔ان کی ایک اور کتاب ناز بوئے مدینہ ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جامع اور عمدہ کتاب ہے۔

مولانا عبدالقیوم جوہر براہوئی

موجودہ دور کے براہوئی علماء میں ایک قابل ذکر نام مولانا عبدالقیوم کا ہے۔ جوہر ان کا تخلص اور قلمی نام ہے۔ مولانا عبدالقیوم جوہر براھوئی جنوری 1950ء میں تھریچانی ضلع سکھر صوبہ سندھ میں پیدا ہوئے۔ جوہر براہوئی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز 1972ء میں کیا۔ وہ نہ صرف براہوئی زبان کے بہت بڑے شاعر ہیں بلکہ بہت بڑے ادیب اور انشائیہ نگار بھی ہیں۔ جوہر براہوئی ایک کثیر التصنیف مصنف ہیں۔ سیرت النبی ﷺ ان کی تصنیفات کا محور ومرکز ہے۔ سیرت طیبہ کے حوالے سے ان اہم تصنیف اور جامع کتاب سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ ۔ مولانا جوہر براہوئی کی دیگر کتب یہ ہیں: روشنائی، سیرت سید المرسلین ﷺ، گور بج، دردانہ، احوال، براہوئی تخلیق کار۔ روشنائی میں آنحضرت ﷺ کی صفات کا بیان براہوی زبان میں ایک نئے انداز سے کیا گیا ہے اس لیے اسے براہوی نعت گوئی میں منفرد مقام حاصل ہے۔ مولانا عبدالقیوم جوہر براھوئی کی سیرت سید المرسلین اپنے موضوع پر ایک شاہکار کتاب ہے۔ اس کتاب کو 2004ء میں سیرت پر صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

مولانا عبدالقادر محمد حسنی

مولانا عبدالقادر محمد حسنی صوبہ سندھ کے ضلع نوشہر وفیروز میں 1964ء کو پیدا ہوئے۔ لیکن آج کل صوبہ سندھ کے قصبہ بھریارو ڈ ضلع نوشہرو فیروز میں سکونت پزیر ہیں۔ مولانا عبدالقادر محمد حسنی ایک عالم باعمل عالم ہیں۔ انہوں نے براہوئی زبان میں اسلامی اور دینی موضوعات پر کئی کتابیں تحریر ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک تصنیف حکایات صحابہ ہے۔ ان کی ایک اور اہم کتاب تاریخ مدینہ ہے۔ یہ کتاب تاریخ مدینہ منورہ براھوئی زبان میں پہلی کاوش ہے جس میں مدینہ منورہ کی مکمل تاریخ مستند کتب تاریخ سے نقل کیے گئے ہیں۔

مولانا عبدالخالق ابابکی

مولانا عبدالخالق ابابکی کا تعلق مستونگ کے نواحی قصبہ ابابکی سے ہے۔ براہوئی فاضل، گولڈ میڈ لسٹ ہیں اور ایک مستند طبیب تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین ہیں اور بیک وقت کئی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ براہوئی کے علاوہ اردو اور فارسی میں بھی شاعری کرتے تھے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مصنف بلوچستان کے دور افتادہ علاقہ میں سکونت پزیر تھے لیکن علم وادب کی ترویج میں کم وسائل کے باوجود گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی ایک اہم تصنیف باغ براہوی ہے جو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بوستان کا منظوم براہوی ترجمہ ہے۔ موجودہ دور کے براہوئی علماء میں مولانا ابابکی 50 کتب کے ساتھ ایک کثیر التصنیف عالم دین تھے۔

مولانا عبدالرشید ہمدم

مولانا عبدالرشید ہمدم نوشکی میں 1958ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم نوشکی سے حاصل کی۔ بعدازاں سندھ اور پنجاب کے مشہور واور معروف علمی درسگاہوں میں بلند پایہ علماء دین سے تحصیل علم کیا۔ حیدرآباد میں سوئی گیس کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ لیکن قومی تحریک میں شمولیت کی بناء پر انہیں ملازمت سے دستبردار ہونا پڑا۔ واپس نوشکی تشریف لائے۔ ایک اسکول میں عربی زبان کی درس وتدریس سے منسلک

ہوئے۔ ہمدم تخلص کے ساتھ بڑی عمدہ اور سبق آموز شاعر کرتے ہیں۔ ان کے قلم میں بڑی روانی اور شیرینی ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ براہوئی زبان میں دینی تعلیمات کے ابلاغ میں پیش پیش ہیں۔

براہوئی علماء کے کام کا تجزیاتی و تنقیدی جائزہ

مندرجہ بالا سطور میں مختلف ادوار میں براہوئی علماء کی کاوشوں کا ایک مجمل تعارف پیش کیا گیا جس سے اندازا ہوتا ہے کہ براہوئی علماء نے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اپنا کردار ادا کیا ہے۔ البتہ کچھ پہلو ایسے ہیں جس کا تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کئی ایسے پہلو ہیں جس میں براہوئی علماء نے معاشرہ کی اصلاح اور ااسلامی تعلیمات کے فروغ میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی امور اور کئی پہلو ایسے ہیں جن میں ان کردار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ذیل میں براہوئی علماء کے کرادر کے دونوں پہلوؤں کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی اور اس کردار کی جو عصری معنویت اور اس کی ضرورت و اہمیت ہے اس کا بھی اختصار کے ساتھ جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ براہوئی علماء کے کردار کا تاریخی حوالوں سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام کی آمد اور براہوئیوں کے قبول اسلام کے بعد یہ براہوئی علماء تھے جنہوں نے اپنی قوم میں اسلامی تعلیمات کی ترویج میں نمایاں خدمات انجام دیں۔۔ اس کا آغاز 13 ویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی سے ہوتا ہے جس میں براہوئی زبان میں لکھی جانے والی ایک کتاب ''خدمت دین'' کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے بعد میر نصیر خان اول کے دور میں ان علماء کے اثر و نفوذ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے دور میں جب وہ والی قلات تھے، انہوں نے براہوئی معاشرت و ثقافت کو شریعت اسلامیہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی اور شریعت کے نفاذ کے لیے عملی تدابیر اختیار کیں۔

مشنری دور میں براہوئی علماء کا ناقابل فراموش کردار کا تحلیلی جائزہ

انیسویں صدی میں جب بلوچستان پر انگریز قابض ہوئے تو یہاں عیسائی مبلغین نے یلغار کر دی۔ یہ مبلغین جوق در جوق ان علاقوں میں وارد ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب انگریز سامراج نے پورے برصغیر کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ مسلمان اس دور میں نہ صرف غلامی کی زندگی گذار رہے تھے بلکہ انگریز ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ان کی تہذیبی اور فکری اساس کو بھی زک پہنچا رہے تھے۔ انگریز براہویوں کے تہذیب و تمدن اور ان کے عقیدے کے لحاظ سے بالکل مختلف تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ وہ ہر شعبہ زندگی کو اپنے مخصوص نظریات اور مفادات کے مطابق ڈھال لیں۔ انہیں یقین تھا کہ وہ ان پڑھ اور علم سے بے بہرہ براہویوں کو اپنے دام میں پھنسالیں گے۔ اس انگریزی تسلط اور نفوذ کے خلاف جہاں براہویوں، بلوچوں اور دیگر قبائل نے شدید ردعمل کا مظاہرہ کیا وہیں براہوئی علماء کا کردار نہایت شاندار اور قابل ذکر ہے۔ صدیوں سے ریاست قلات کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ نیز اسلامیان ہند کی بھی دفتری اور سرکاری زبان بھی فارسی تھی۔ جب انگریز یہاں آئے تو فارسی کی جگہ انگریزی نے لے لی۔ اس بناء پر براہوئی زبان کی نشوار تقاء جس اعلیٰ پیمانہ پر ہونی چاہیے تھی وہ نہ ہو سکی۔

عیسائیت کے فروغ اور اس کے اثرات کو پھیلنے سے روکنے کے لیے براہوئی زبان میں دینی اور مذہبی لٹریچر کا ایک بڑا ذخیرہ مولانا محمد فاضل درخوانی کے مکتبہ درخوان نے فراہم کیا۔ ان کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض کے دس اڈیشن بھی شائع ہوئے ہیں۔ جس سے براہوئی پڑھنے والوں کی دلچسپی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان دنوں مسیحی مبلغین بھی عیسائیت کے فروغ کے لیے سرگرداں تھے اور عیسائی تعلیمات کی اشاعت کا کام بڑی تن دہی اور زور شور سے کر رہے تھے۔ چونکہ براہوئی پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک یورپی مشنری بلوچستان میں بڑی محنت شاقہ سے مصروف تبلیغ تھے۔ اس لیے عیسائیت کے فروغ کے لیے بائبل سوسائٹی نے براہوئی زبان میں

بائبل کا ترجمہ 1907ء میں شائع کیا۔[26] بائبل کا رسم الخط فارسی تھا۔اس کے برعکس درخانی اسکول نے عربی رسم الخط کو جاری کیا۔اس موقع پر مولانا محمد عمر دین پوری کا ترجمہ قرآن 1916ء میں شائع ہوا جو بائبل کے مقابلے میں براہویوں کے لیے ڈھال بن گیا۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ عیسائی مشنریوں کی بھرپور تبلیغ کے باوجود، براہوی قوم کے کسی ایک فرد نے بھی عیسائی مذہب قبول نہیں کیا۔ یقینی طور پر اس کا سہرا براہوئی علماء کے سر جاتا ہے۔ اس مشنری دور میں ادب اسلامی پر خاصا کام ہوا۔اس دور میں براہوئی زبان کی باقاعدہ کتابیں لکھی جانے لگیں۔ یہ دور کئی حوالوں سے براہوئی زبان وادب کا شاندار اور زریں دور کہلایا جاسکتا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب انگریز سامراج نے پورے برصغیر کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ مسلمان اس دور میں نہ صرف غلامی کی زندگی گذار رہے تھے بلکہ انگریز ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ان کی تہذیبی اور فکری اساس کو بھی زک پہنچا رہے تھے۔ اس انگریزی تسلط اور نفوذ کے خلاف براہویوں، بلوچوں اور دیگر قبائل نے شدید رد عمل کا مظاہرہ کیا۔ ان علماء نے تحریر اور تقریر کے ذریعے بلوچستان کے کونے کونے میں غیر اسلامی رسومات ،عقائد اور بدعات کے خلاف جہاد کیا اور براہوئی قوم کے افراد کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کیا۔ یہ انہیں علماء اور ادباء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ کسی بھی براہوئی مسلمان نے اپنا دین اور مذہب چھوڑ کر عیسائیت قبول نہیں کی۔ان براہوئی علماء نے دن رات ایک کر کے براہوئی زبان میں اسلامی ادب کا ایک بڑا سرمایہ تخلیق کیا۔جس میں سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے جو علامہ محمد عمر دین پوری نے کیا۔

براہوئی علماء کی کاوشوں اور خدمات کی عصری معنویت

قیام پاکستان کے بعد کے ادوار میں براہوئی زبان میں قرآن مجید کے کئی اور تراجم اور تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ حدیث و سیرت،فقہ اور دیگر اسلامی موضوع پر کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ غرض براہوئی زبان میں دینی ادب کا ایک وسیع ذخیرہ وجود میں آیا۔ بلوچستان اور سندھ کے جن علماء نے اس عظیم کام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ براہوئی میں اسلامی ادب کو فروغ عصر حاضر کے اس دور میں ملا جس میں نہ صرف اسلامی موضوعات پر کتابیں لکھی گئیں بلکہ ادب کی دیگر اصناف پر بھی اسی دور میں سب سے زیادہ کتابیں شائع ہوئیں۔ اگر ہم اس کا تقابل گذشتہ ادوار سے کریں تو اس دور کی خاص بات ہمیں یہ پتہ چلتی ہے کی اس دور میں ایک نیا رسم الخط مستعمل ہوا۔ مسلم ادبیات میں حضور نبی کریمؐ کی ذات بابرکات کو جو مرکزیت حاصل ہے کہ آپؐ کی حیات پاک کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جو ہر شعبہ زندگی کی جانب ہماری رہنمائی نہ کرتا ہو۔آپؐ کی ذات اسوہ حسنہ ہے اور آپؐ کی پیروی کرنے والا اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے ۔عصر حاضر میں سیرت اور حدیث کے موضوعات پر نثر میں باقاعدہ کتابیں لکھی گئیں جو جامع اور مفصل بھی ہیں اور مختصر کتابیں بھی ہیں۔ براہوئی زبان کے ابتدائی دور میں زیادہ تر ادباء اور شعراء نے آپؐ کی منظوم سیرت لکھی ہے۔غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ سنانے کا رواج بھی بہت زیادہ تھا۔ لیکن اس کا تقابل اگر عصر حاضر سے کیا جائے تو دور جدید خاص کر قیام پاکستان کے بعد کا تخلیق پانے والے ادب میں گذشتہ ادوار کی نسبت نثری ادب زیادہ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد سیرت نگاری پر بہت زیادہ کام ہوا۔ خصوصاً 1980ء کی دہائی اور اس کے بعد سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے کئی کتابیں نہ صرف تصنیف ہوئیں بلکہ ان میں سے کئی کتابوں کو صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔ براہوئی زبان میں گوکہ سیرت طیبہ پر دور اول سے لے کر آج تک بے شمار کتب موجود ہیں۔ جس میں آپؐ کی سیرت، صورت، عادات، اقوال کو منظوم اور نثری پرائے میں لکھا گیا ہے، لیکن علم حدیث پر ہمیں کوئی خاص تصنیف نہیں ملتی۔ ابتداء کی صرف ایک کتاب ایسی ہے جو براہ راست

[26] کامل القادری، مقالہ براہوئی زبان وادب، اورینٹل میگزین، لاہور، 1962ء، ص15

اصول حدیث کے حوالے سے ہے۔اس کے علاوہ تقریباً تمام کتب سیرت کے موضوع کے حوالے سے ہیں۔علم حدیث اور کتب حدیث وہ موضوعات ہیں جو اسلام کے بنیادی ماخذ ہیں۔ گو کہ جزوی طور پر ان احادیث اور علوم کا مختصر اً ذکر دیگر کتابوں میں موجود ہے لیکن ان علوم اور کتب پر براہوئی زبان میں باقاعدہ کوئی کتاب موجود نہیں۔اسلامی موضوعات پر اس دور میں کئی اور کتابیں بھی لکھی گئیں ہیں جن میں فقہ،تاریخ، عقائد،مواعظ وخطبات وغیرہ شامل ہیں۔

موجودہ دور میں خواتین اہل قلم نے ادب کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا ہے لیکن اگر اسلامی ادب کی بات کی جائے تو اس حوالہ سے براہوئی خواتین اہل قلم کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔علامہ دین پوری کی صاحبزادی محترمہ بی بی تاج بانو کا نام اس ضمن میں آتا ہے اور ان کے متعلق یہی روایت ہے کہ انہوں نے کئی موضوعات پر کئی کتابیں لکھیں لیکن یہ کتابیں طبع نہ ہوسکی اور ان کے قلمی نسخے بھی ضائع ہوچکے ہیں ان کے علاوہ خواتین میں کوئی اور نام نہیں ملتا۔اسلامی ادب کے حوالہ سے براہوئی علماء کی خدمات اور کاوشیں قابل قدر ہیں لیکن عصر حاضر میں جس موضوع کو بالکل ہی نظر انداز کیا گیا ہے وہ اسلام کا نظام معیشت ہے۔براہوئی زبان میں اس جانب بالکل توجہ نہیں دی گئی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جانب بھی علماء اور دیگر طبقات زندگی توجہ کریں اور آج کے جدید دور اور تقاضوں کے مطابق اسلامی نظام معیشت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان پر کام کیا جائے اور ان کے تراجم براہوئی زبان میں کیے جائیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ بلوچستان کی دیگر زبانوں کی نسبت اسلامی موضوعات پر کتب کی سب سے زیادہ تعداد براہوئی زبان میں ہے۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلامی موضوعات پر کتب میں لکھنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد علماء کرام کی ہے گو کہ سیرت کے موضوع پر کتب تحریر کرنے میں کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور صحافیوں کا حصہ بھی ہے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا بھر کے بالعموم اور پاکستان میں بسنے والے براہوئی بالخصوص اپنے دین اور عقیدہ پر مضبوطی سے قائم ہیں۔اس سے ان علماء کے کردار،ان کے خدمات اور کاوشوں کی اہمیت اور عصر معنویت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ان علماء کی طول طویل کوششوں کا نتیجہ ہے کہ براہوئی میں دینی وعصری تعلیم میں فرق نظر نہیں آتا۔دونوں باہم مربوط ہیں۔یہی وجہ ہے کہ براہوئی زبان میں تخلیق کردہ ادب افراد اور معاشرہ کی ضرورت اور مقتضیات سے ہم آہنگ ہے ۔ملی روایات،تہذیب وتمدن اور اقدار عالیہ پر مبنی ہے اور اس میں ملک وملت کی فلاح وکامرانی بنیادی عناصر کی حیثیت سے شامل ہیں ۔

عصری تقاضے

براہوئی علماء نے جہاں اسلامی تراث کو محفوظ رکھا وہیں انہوں نے اپنی کوششوں سے اسلامی تعلیمات کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔اس عمل کے نتیجہ میں براہوئی زبان بھی محفوظ ہوئی۔مغربی تہذیب کے دباؤ سے قطع نظر علماء کے سامنے بہر حال چیلنج یہ ہے کہ عصری تقاضوں کے حوالے سے موثر علماء کیسے تیار کیے جائیں؟کیونکہ بہت سے علماء کرام یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو قرآن وحدیث پڑھانا ہے،ہمیں عصری تقاضوں سے کیا لینا؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھیں اور اس کے مطابق اپنا لائحہ عمل طے کر کے مستقبل کی منصوبہ بندی کریں۔نئے موضوعات اور جدید تقاضوں کے مطابق کتب تصنیف کریں اور نئے نسل کی رہنمائی میں اپنا موثر کردار ادا کریں۔الغرض موجودہ عہد میں جدید تقاضون سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ایک مکمل نصاب ونظام کی تشکیل کی ضرورت ہے۔دینی مدارس کے ذمہ داران اور علماء کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید وسائل دعوت سے ہم آہنگ ہوں،انھیں ان کے استعمال کی قدرت وصلاحیت ہو۔اس کے حصول سے معاشرہ کی تعمیر وترقی میں توسیع کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

عصر حاضر میں استفادہ کی صورتیں اور مستقبل کے حوالہ سے چند تجاویز

براہوئی علماء کی خدمات کی عصری معنویت اجاگر کرنے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان علماءاور ادباءنے سابقہ ادوار میں جو کام کیے ہیں ان کو نئی نسل تک عام فہم اور آسان انداز میں پہنچایا جائے تاکہ اس کے اثرات نسل نو تک بہتر اور موثر انداز میں پہنچ سکیں اور اس کام سے بھرپور انداز میں استفادہ کر سکیں۔اس کے ساتھ ساتھ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کاموں کو موجودہ دور سے ہم آہنگ کرنے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لایا جائے۔ان علماء کے کاموں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کے لیے میڈیا اور خاص طور پر سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال کیا جائے۔ موجودہ دور ڈیجیٹلائزیشن کا دور ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ براہوئی زبان میں میسر اس لٹریچر کو پی ڈی ایف فارمیٹ پر لایا جائے،اس کے ذریعہ نہ صرف علم کے اس سرمایہ کی حفاظت ہو سکے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ براہوئی زبان بھی محفوظ ہو جائے گی۔

حاصل کلام

سترہویں صدی میں براہوئی سردار میر نصیر خان کے دور میں قلات اور گردونواح میں اسلام کو تحفظ حاصل ہوا۔خان قلات نے جو خود بھی دین اسلام پر کاربند تھا۔1883ء سے براہوئی علماء کا ایک منفرد کردار ہمارے سامنے آتا ہے۔اس دور میں براہوئی زبان میں باقاعدہ اسلامی اور دینی کتابیں لکھی گئیں۔انگریزی تسلط کے خلاف براہویوں، بلوچوں اور دیگر قوموں نے شدید ردعمل کا مظاہرہ کیا۔اس مزاحمت میں فکری محاذ پر سب سے بڑا نام مولانا محمد فاضل درخوانی کا ہے۔ مولانا محمد فاضل نے کئی نامور تلامذہ پیدا کیے جنہوں نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا ان میں مولانا محمد عبداللہ درخان، مولانا نبو جان، مولانا عبدالحئ درخوانی، اور مولانا عبدالمجید چوتوئی قابل ذکر ہیں۔اس دور میں جب انگریزوں نے 1907ء میں بائبل کا براہوئی ترجمہ شائع کیا تو براہوئی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ۱۹۱۶ء میں لاہور سے طبع ہو کر کے شائع ہوا۔یہ دور جو 1947ء تک جاری رہا، دینی ادب کے فروغ کے حوالے سے براہوئی علماء کا زرین دور تھا۔ قیام پاکستان کے بعد براہوئی علماء کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔اس دور میں براہوئی علماء نے دینی ادب کی تمام اصناف پر طبع آزمائی کی اور براہوئی ادب کو نئی جہات عطا کیں۔یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ انحطاط پذیر براہوئی زبان کو معدوم ہونے سے بچانے میں براہوئی علماء اور براہوئی دینی ادب کا کردار سب سے اہم ہے۔ براہوئی علماء نے قرآن، حدیث، سیرت اور بنیادی اسلامی تعلیمات پر نثر اور نظم دونوں میں باقاعدہ کتابیں لکھیں جو جامع اور مفصل بھی ہیں اور مختصر کتابیں بھی ہیں۔اسلامی موضوعات پر اور بھی کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں فقہ،تاریخ، عقائد، مواعظ وخطبات وغیرہ شامل ہیں۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ بلوچستان کی دیگر زبانوں کی نسبت اسلامی موضوعات پر کتب کی سب سے زیادہ تعداد براہوئی زبان میں ہے۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلامی کتب میں لکھنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد علماء کرام کی ہے گو کہ سیرت کے موضوع پر کتب تحریر کرنے میں کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور صحافیوں کا حصہ بھی ہے۔